© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت عالمِ اسلام کا ایک اہم مسئلہ قیادت اور شخصیت کا فقدان ہے۔ اور گیسوئے دجلہ و فرات کی تابداری کے باوجود قافلۂ حجاز میں ایک بھی حسینؓ نظر نہیں آرہا۔ مسلمانوں کا وہ قائد جس میں مومنانہ ایمان و الیقین، تدبّر و بصیرت، معاملہ فہمی، اللہ پہ توکل، اسلام پر فخر اور اسلامی حکمت و ذہانت جیسی چیزیں جمع ہوں، مسلمانوں کی نگاہیں مدتوں سے کسی ایسی شخصیت کیلئے ترس رہی ہیں۔ جو مسلمانوں کے مسائل پر غمزدہ ماؤں کیطرح روئے عالمِ اسلام اور اسلام کی سربلندی اس کا اوڑھنا بچھونا اور کلمۃ اللہ کی سربلندی اس کا مقصدِ حیات ہو۔ بیت المقدس کا پہلی مرتبہ مسلمانوں کے ہاتھوں نکل جانے پر مورخین لکھتے ہیں کہ صلاح الدین ایوبیؒ کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی تھی جس نے اکلوتے بیٹے کا داغ اٹھایا ہو وہ جہاد کے دوران صفوں میں بھاگتے پھرتے اور مجاہدین کو ترغیبِ جہاد دے دے کر پکار اٹھتے: یاللا اسلام — یاللاسلام۔ اے لوگو! اسلام کی مدد کرو، اسلام کی خبر گیری کرو۔ یہ کہتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ قاضی ابن شداد کہتے ہیں کہ سلطان کو بیت المقدس کی ایسی فکر دامن گیر تھی اور ان کے دل پہ ایسا بار تھا کہ پہاڑ بھی اس کے متحمل نہیں تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی عظمتِ گم گشتہ کی بحالی تک خیموں ہی میں وقت گذارا کھانے کے لئے ڈاکٹر مجبور کرتے تھے اور آج اسی بیت المقدس میں یہود دندنا رہے ہیں، وہ مسجدِ اقصیٰ میں فاحشہ عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے اس کی تصاویر دنیا بھر میں پھیلاتے ہیں کہ مسلمانوں کے مردہ ضمیروں پر اور بھی کچوکے لگا سکیں۔ مگر کروڑوں مسلمانوں کی اس بھیڑ میں کتنے ہیں جن کی آرام و راحت کی زندگی میں ادنیٰ سا تغیر بھی آیا ہو۔؟ کتنے حکمران ہیں جن کی پر عیش زندگی کو اس قیامت نے ذرا بھی مکدر کر دیا ہو۔

لے دے کر کچھ نظر اٹھتی تھی تو وہ حجاز و نجد کے مرحوم و مغفور حکمران خادم الحرمین شاہ فیصل کیطرف جو نہ تو سلطان صلاح الدین تھے۔ نہ عمر بن عبدالعزیز اور نہ بشری کمزوریوں سے معصوم، مگر اب جبکہ ان کے جانے کے بعد ان کی ایک ایک مومنانہ تصویر سامنے آرہی ہے تو اس واقعۂ شہادت کی شدّتِ تاثیر اور اور گہری ہی ہوتی جارہی ہے وہ اپنے مومنانہ کردار، تدبر و بصیرت، معاملہ فہمی، اسلام پر فخر و مباھات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ پہ توکل اور اسلامی سیاست و حکمت کے لحاظ سے اس دورِ زوال میں بھی اللہ کی ایک نعمتِ عظمیٰ تھے۔ بیت المقدس کا غم انہیں ہر دم پریشان کئے ہوئے تھا، شہادت سے قبل اپنے آخری انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ بیت المقدس کی بازیابی روئے زمین کے ہر مسلمان کے ذمہ ایک اہم امانت ہے۔ وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس کافروں کے قبضہ میں ہو اور ہم آرام کریں۔؟ وہاں جا کر نماز پڑھنا ان کی آخری آرزو تھی۔ امریکہ کے عیار اور بے حیاء کسنجر جسے شاہ فیصل بجا طور پر عالمی صیہونیت کا ایجنٹ سمجھتے تھے جب مذاکرات امن کے سلسلہ میں مرحوم شاہ سے ملے اور مشرقِ وسطیٰ کے مسئلہ پر اپنے معرکوں کی تفصیل بیان کی اور کہا کہ اب میں نے پہاڑوں صحراؤں اور دریاؤں کا معاملہ درست کر لیا ہے تو مرحوم شاہ نے انتہائی تمکنت سے کہا: یہ سب ٹھیک ہے مگر بیت المقدس کا کیا بنے گا۔؟ کسنجر کی ساری عیاری اس ایک سوال سے خاک میں مل گئی اور پھر آخر تک وہ بت بنا بیٹھا رہا۔ شاہ مرحوم کو اسلام کے بارہ میں کوئی تذبذب نہیں ہوا اور نہ کبھی ارتیابی کیفیت کا شکار ہونا پڑا وہ دشمنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسلام کی بات کرتے۔ امریکہ کے ایک سفر میں کسی نے اسلام کے نظام حدود و تعزیرات پر اعتراض کیا شاہ نے اپنے ہاں کے دس سالہ جرائم کے اعداد و شمار پیش کر دئیے جو امریکہ کے ایک دن کے جرائم سے بھی کم تھے۔ یورپ میں ایک دعوت میں گئے۔ ہال کا دروازہ چھوٹا تھا سر کو جھکا کر داخل ہونا پڑتا تھا۔ شاہ دروازہ پر جا کر رک گئے اور کہا میں تو معذور ہوں میرا قد دروازے سے ذرا لمبا ہے۔ دشمن جھینپ گئے۔ دروازہ توڑا گیا تو شاہ اندر داخل ہوئے اور قصہ یہ تھا کہ سامنے حضرت مریم کا مجسمہ آویزاں تھا۔ دشمنوں کے اس مقصد کا شاہ نے ساتھ نہ دیا کہ جو جائے تو تصویر کے سامنے ذرا جھک کر جائے۔ اور صدق لکھنؤ راوی ہے کہ ۲۶ء میں مولانا محمد علی جوہر حجاز گئے تو ان کی روایت تھی کہ یورپ سے دواؤں کا بہت سا ساز و سامان آیا بکسوں پر صلیبِ احمر کا نشان بنا ہوا تھا شاہ جو اس وقت بالکل جوان اور امیر حجاز تھے انہوں نے محض صلیب کے نشانات کی وجہ سے سارا سامان واپس کر دیا۔ اور یہ اس وقت کا سعودی عرب نہ تھا کہ تیل اور سونے کی وجہ سے دولت کی فراوانی ہو۔ شاہ کے اس عزم و یقین اس ایمان و عزیمت میں عمر کے ساتھ ساتھ اضافہ ہی ہوتا گیا اور جب یہ ہلال بدر بن گیا تو قضا و قدر نے مسلمانوں کے عمومی شامتِ اعمال کی وجہ سے پردۂ شہادت میں محجوب کر دیا۔ مگر مسلمان یاس و قنوط کا شکار نہیں ہوتا۔ اس کی تاریخ طلوع و غروب کی ہے۔ تاریخ ادھر نکلے ایک ستارہ غروب ہوا دوسرا طلوع گردشِ لیل و نہار کی طرح یہ امت بھی قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔ ایک موج کی جگہ دوسری موج لیتی رہے گی۔ دعوت و عزیمت اور تجدید و جہاد کا یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا کہ ارشادِ نبوی

© rasailojaraid.com